# ذکرِ علمائے سندھ

ترتیب و تہذیب

محمد ایوبؔ قادری

۱۸۹۷ء میں برصغیر ہندو پاکستان کے علماء کا ایک مختصر سا تذکرہ "تطیب الاخوان" تذکر علمای الزمان ملقب بہ تذکرہ علمائے حال کے نام سے شائع ہوا ہے اس کے مؤلف مولوی محمد ادریس نگرامی ہیں۔ اس کتاب میں (۴۲۶) علماء کے حالات ضبط کئے گئے ہیں حالات زیادہ تر مختصر ہیں ایک بات کا خاص طور سے التزام ہے کہ ہندوستان میں جو علماء ندوہ کی تحریک سے متاثر یا کم سے کم اس کے مخالف نہیں تھے ان کا ذکر اور حال اس کتاب میں ضرور ہے۔

فاضل مؤلف نے صوبہ سندھ کے علماء کے حالات بھی تحریر فرمائے ہیں جن کی تعداد بیس۲۰ ہے اب یہ تذکرہ بھی نایاب ہے خوش قسمتی سے ہمارے کتب خانے میں اس کا ایک نسخہ محفوظ ہے۔ اب علمائے سندھ کا حال اس تذکرہ سے مقتبس کر کے ناظرین "الولی" کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

محمد ایوب قادری

پروفیسر محمد ایوب قادری

# جمعیۃ علماء ہند کا قیام اور تجاویز

## (مختصر جائزہ)

انگریزی دور حکومت سے پہلے مسلمانوں کا نظام تعلیم دینی اور دنیوی دو خانوں میں منقسم نہ تھا۔ عربی مذہبی اور فارسی علمی اور سرکاری زبان تھی۔ علمائے کرام عربی و فارسی تحصیل کرتے تھے درس و تدریس اور مذہبی و علمی خدمات کے ساتھ سرکاری خدمات بھی انجام دیتے تھے۔ ہند و پاکستان پر جب انگریزوں کا قبضہ ہوا تو سرکاری اور دفتری زبان انگریزی قرار پائی۔ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں انگریزی زبان اور انگریزی علوم و فنون معیار فضیلت ٹھیرے۔ مسلمان شروع شروع میں تو انگریزی زبان اور علوم و فنون سے کھنچے رہے پھر مجبوری و مصلحت کے تحت آہستہ آہستہ انگریزی کی طرف راغب ہوئے علی گڑھ تحریک نے مسلمانوں میں انگریزی کو مقبول و معروف کرانے کی بہت سعی کی۔ اب مسلمانوں میں دو قسم کے تعلیم یافتہ حضرات تھے ایک وہ جو کالج اور یونیورسٹیوں کے فاضل تھے جنہوں نے جو یہ علوم انگریزی زبان کے ذریعہ حاصل کئے اور دوسرے وہ علماء جنہوں نے عربی و فارسی مدارس میں پرانے درس نظامی کے مطابق مذہبی تعلیم حاصل کی تھی۔ مسلم عوام بڑی حد تک دینی اور دنیوی رہنمائی اور قیادت کا اہل علماء کو سمجھتے اور ان کی رہنمائی کے مطابق

کام کرتے تھے۔ مگر جب جدید تعلیم یافتہ حضرات نئے نظام حکومت میں منسلک ہوئے تو ان کی اہمیت بھی بڑھ گئی جب انگریزی حکومت نے ملک میں آئینی اصلاحات شروع کیں اور ہندوستان کے باشندوں کو سیاسی حقوق دینے کی ابتدا کی تو جدید تعلیم یافتہ حضرات نے ان تحاریک اور مسائل میں نہ صرف رہنمائی کی بلکہ وہی مکمل طور سے ان مسائل سے واقف اور سمجھنے والے تھے اس طرح آہستہ آہستہ پولٹیکل معاملات میں ان کی اہمیت بڑھ گئی اور علماء آہستہ آہستہ پولٹیکل میدان سے خارج ہوتے گئے اور ان کی سرگرمیاں بڑی حد تک مذہبی مسائل اور معاملات تک محدود ہو کر رہ گئیں۔

بیسویں صدی میں ہندوستان میں سیاسی حالات نے کروٹ بدلی اور یہاں کے باشندوں کو حقوق ملنے شروع ہوئے تو جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ڈھاکہ میں مسلم لیگ قائم کی اور بعض دوسری مقامی یا صوبائی تحریکیں بھی مقامی طور پر مسلمانوں کی سیاسی خدمات انجام دیتی تھیں۔ ان تمام تنظیموں میں جدید تعلیم یافتہ حضرات پیش پیش تھے۔ کیونکہ اب آئینی مطالبات کا زور تھا اور انگریزی زبان، علوم اور سیاست کے بغیر مطالبات مؤثر نہیں ہو سکتے تھے اس لئے بھی جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی اہمیت بڑھ گئی تھی مگر پھر بھی علماء انفرادی طور سے ان تنظیموں میں حصہ لیتے تھے ۱۹۱۳ء میں مسجد کانپور کا واقعہ ہائلہ ظہور پذیر ہوا تو میدان سیاست میں مقتدا کی حیثیت سے مولانا عبدالباری فرنگی محلی میدان میں آئے اور انہوں نے مسلمانوں کی قیادت کو بڑی حد تک سنبھالا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محل کی قیادت میں ملک کے اور بہت سے علماء بھی نکل آئے اس واقعہ سے علماء میں بیداری پیدا ہوئی۔

۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم کا آغاز ہوا اور ملکی سیاست میں ایک نیا موڑ پیدا ہوا۔ بعض انفرادی اور اجتماعی انقلابی اقدام ظہور پذیر ہوئے ۱۹۱۵ء میں علی برادران نظر بند کر دیئے گئے پھر مولانا ابوالکلام آزاد، حسرت موہانی اور ظفر علی خان کی باری آئی۔

مولانا عبدالباری کے میدان سیاست میں آنے کے بعد مولانا محمود الحسن سیاسی میدان میں آئے مولانا محمود الحسن کی تمام زندگی درس و تدریس میں گزری تھی اور وہ دارالعلوم

دیوبند میں شیخ الحدیث وصدر مدرس تھے البتہ جب سے جنگ بلقان شروع ہوئی مولانا بہت غور سے حالات کا جائزہ لے رہے تھے اور وہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں اپنے چند رفقاء مولانا حسین احمد مدنی وغیرہ کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہو گئے۔

مولانا محمود الحسن کے رفیق اور جان نثار مولانا عبید اللہ سندھی اس سے قبل ہی افغانستان ایک منصوبہ کے تحت جا چکے تھے۔ اگست ۱۹۱۶ء میں ریشمی خطوط کی سازش کا انکشاف ہوا۔ مولانا محمود حسن کو شریف مکہ نے انگریزں کے سپرد کر دیا اور انگریزوں نے ان کو ان کے رفقاء کے ساتھ مالٹا کے جزیرہ میں نظر بند کر دیا۔ اس طرح علماء کثیر تعداد میں میدان سیاست میں داخل ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۸ء میں دہلی میں مسلم لیگ کا گیارہواں سالانہ اجلاس ہوا۔ مولانا اے۔ کے فضل الحق اس جلسہ کے صدر تھے مسلم لیگ کے جلسہ کے صدر استقبالیہ ڈاکٹر مختار احمد انصاری تھے جن کا خطبۂ صدارت گورنمنٹ صوبہ متحدہ نے ضبط کر لیا تھا۔ مسیح الملک حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری نے کوشش بلیغ کی کہ علماء بھی من حیث المجموع سیاست میں حصہ لیں۔ حکیم صاحب اور ڈاکٹر انصاری کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں۔

مسلم لیگ کے اجلاس کے دوسرے دن ۳۱ دسمبر ۱۹۱۸ء کو مولانا عبد الباری فرنگی محلی (لکھنؤ) مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری مع دیگر علمائے پنجاب مفتی کفایت اللہ اور مولوی احمد سعید اور متعدد علمائے دہلی، مولانا آزاد سبحانی، مولوی محمد ابراہیم سیال کوٹی، اور مولوی عبد اللطیف دہلوی وغیرہ نے اجلاس میں شرکت کی تقریباً تیس ۳۰ عالم تھے شمس العلماء مولوی حافظ احمد مہتمم دار العلوم دیوبند نے شرکت سے معذوری کا اظہار کیا مگر مسائل زیر بحث کے متعلق جن کی بنا پر علماء مدعو کئے گئے تھے اپنی رائے لکھ کر بھیجی۔ صدر جلسہ نے علماء کو خوش آمدید کہا اور اس سلسلہ میں اس طرف توجہ دلائی کہ:-

"ایک زمانہ دراز کے بعد یہ پہلا موقعہ ہے کہ قدیم و جدید خیالات کے لوگ اہل دنیا و اہل دین عام اور خاص اپنے مذہب کی حمایت کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ہماری متفقہ کوششوں کا

نتیجہ اسلام اور اہل اسلام کے حق میں نہایت مفید اور بار آور ثابت ہوگا۔"
ڈاکٹر انصاری نے ان علماء کی تشریف آوری کے شکریہ کا رزولیشن پیش کیا جو بڑے جوش سے پاس ہوا۔ [1]

۲۳ر نومبر ۱۹۱۹ء کو خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ اور اس موقعہ پر جو علماء موجود تھے ان کے پاس جشن صلح کے متعلق ایک فتویٰ پیش ہوا کہ حکومت برطانیہ جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء میں فتح حاصل کر چکی ہے اس جشن فتح میں شرکت کی شرعی حیثیت کیا ہے مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ کی تحریک اور مولوی منیر الزمان کی تائید پر علماء کی ایک کمیٹی کے سامنے یہ استفتاء پیش ہوا جس کے صدر مولانا عبدالباری فرنگی محلی تھے اور علماء کی اس کمیٹی نے جشن صلح میں شرکت کے خلاف ایک فتویٰ مرتب کیا اور تمام علمائے حاضرین جلسہ نے بلا اختلاف اس فتویٰ پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے۔ اور اس فتویٰ کا ملک پر اچھا اثر ہوا۔ اور جشن صلح کا بائیکاٹ ہوا۔

اسی موقعہ پر علماء کو یہ خیال ہوا کہ مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی کے لئے علماء کا ایک مضبوط اور باقاعدہ ملک گیر ادارہ ہونا چاہیئے اس تجویز کی معقولیت میں کس کو کلام ہو سکتا تھا اس لئے تمام حاضرین جلسہ نے یہ اتفاق طے کر لیا کہ ایک جمعیت قائم کی جائے اور اس کا نام "جمعیتہ علمائے ہند" رکھا جائے۔ اس کے حلقہ کو تمام ہندوستان تک وسیع کر دیا جائے اور ہر گوشۂ ملک سے اس کے ارکان و اعضاء بہم پہنچائے جائیں۔ اور عامہ اہل اسلام کی فلاح و بہبود کے ذرائع و وسائل پر غور کر کے یہی مذہبی خیر خواہی اور ہمدردی کے ساتھ ان کی رہنمائی کی جائے۔

چنانچہ اسی وقت تمام حاضرین نے جمعیت کی رکنیت منظور فرمائی اور "جمعیتہ علمائے ہند" قائم ہوگئی اور قرار پایا کہ آئندہ دسمبر ۱۹۱۹ء کی آخری تاریخوں میں مسلم لیگ کے اجلاس امرتسر میں ہونے والے ہیں اور مسئلہ خلافت و مسائل ملکی پر بحث و تمحیص

---

[1] سیاست ملیہ از محمد امین زبیری ص ۱۳۷/۱۳۸ (آگرہ ۱۹۴۱ء)

کی غرض سے علماء کی ایک معقول تعداد وہاں جمع ہوگی اس لئے مناسب ہے کہ اس موقع پر جمعیتہ علمائے ہند کا بھی جلسہ کیا جائے اور جمعیتہ کے انعقاد جلسہ کی دعوت مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولوی محمد داؤد غزنوی نے دی اور جمعیتہ کا پہلا باقاعدہ جلسہ دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں ہونا طے پایا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریک اور مولانا سلامت اللہ صاحب، مولانا مظہرالدین صاحب اور مولانا محمد اکرم خان کی تائید پر مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب عارضی صدر اور مولانا احمد سعید صاحب عارضی ناظم مقرر ہوئے۔ اس کے بعد باتفاق رائے مولانا محمد اکرم خان ایڈیٹر اخبار محمدی اور مولانا کفایت اللہ صاحب اس بات کے لئے مقرر ہوئے کہ جمعیتہ کے مقاصد و ضوابط کا مسودہ تیار کریں۔ اور جمعیتہ کے آئندہ دسمبر میں منعقد ہونے والے جلسہ میں بمقام امرتسر پیش کریں [1]

۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو بعد نماز عصر اسلامیہ مسلم ہائی اسکول (امرتسر) میں جمعیتہ علمائے کا پہلا جلسہ منعقد ہوا۔ جس کے پہلے اجلاس کی صدارت مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے فرمائی پہلے جمعیتہ کے انعقاد کی ضرورت پر مختلف علماء مثلاً مولانا عبدالرزاق، مفتی کفایت اللہ مولانا ثناء اللہ امرتسری، غازی محمود اور منیرالزمان نے تقاریر کیں۔

---

[1] اس جلسہ میں مندرجہ ذیل علماء شریک ہوئے تھے (۱) مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۲) مولانا سلامت اللہ (۳) مولانا ابوالوفا ثناء اللہ (۴) پیر محمد امام سندھی (۵) اسداللہ سندھی (۶) مولانا محمد فاخر (۷) مولانا محمد انیس (۸) خواجہ غلام نظام الدین (بدایونی) (۹) مفتی کفایت اللہ (۱۰) محمد ابراہیم سیالکوٹی (۱۱) مولانا احمد سعید دہلوی (۱۲) مولانا کمال الدین صاحب (۱۳) مولانا قدیر بخش (بدایونی) (۱۴) محمد تاج محمد (۱۵) محمد ابراہیم دربھنگ (۱۶) خدا بخش مظفرپوری (۱۷) مولا بخش امرتسری (۱۸) عبدالحکیم گیاوی (۱۹) مولانا محمد اکرم (۲۰) مولانا منیرالزماں (۲۱) مولانا محمد صادق (کراچی) (۲۲) مولانا محمد داؤد (۲۳) مولانا اسمٰعیل (۲۴) مولانا محمد عبداللہ (۲۵) مولانا آزاد سبحانی (جمعیتہ علماء کیا ہے، حصہ دوم مرتبہ محمد میاں ص۵ دہلی ۱۹۴۶ء)

میر بشارت علی جالب دہلوی ایڈیٹر اخبار ہمدم نے انعقاد جمعیتہ علمائے ہند پر بحث کرتے ہوئے فرمایا[1]

"میرے نزدیک علماء کو جداگانہ اپنی جمعیتہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مذہبی رہنمائی تو ان کا فرض ہمیشہ سے ہے اور وہ اسے انجام بھی دے رہے ہیں رہی سیاسی رہنمائی تو اس کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت (مسلم لیگ) پہلے سے قائم ہے علماء سیاسی مسائل کو اگر مذہب کے موافق طے کرانا چاہتے ہیں تو ان کے لئے یہ آسان سبیل ہے کہ وہ مسلم لیگ کے ساتھ مل کر کام کریں ارکان لیگ مذہبی امور میں علماء کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو تیار ہوں گے نیز یہ بھی ممکن ہے کہ لیگ میں علماء کے انتخاب اور نیابت کا علیحدہ انتظام کردیا جائے اس میں تعلیم یافتہ جماعت کی اصلاح بھی ہو جائے گی۔ اور امور سیاسیہ مذہب کے موافق طے ہوتے رہیں گے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ علماء کے کام کرنے کے لئے بہت سے میدان پڑے ہیں۔ مثلاً وہ اقتصادیات میں ترقی کرنے کی لوگوں کو ترغیب دیں۔ صنعت و حرفت کی ترقی پر وعظ بیان کریں۔ تعلیم یافتہ اشخاص کی شخصی طور پر اصلاح کریں کہ وہ یورپین تہذیب اور یورپین عادات و اطوار کو ترک کریں وغیرہ وغیرہ۔ پس ان حالات میں میں مناسب نہیں سمجھتا کہ جمعیتہ علمائے ہند قائم کی جائے"۔

مگر دوسرے علماء نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ مولانا عبدالباری نے تحریک فرمائی کہ سیاسی اصول اور ضوابط کا مسودہ مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی کا انتخاب کردیا جائے اس کمیٹی میں (۱) مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (۲) مفتی کفایت اللہ (۳) مولانا محمد اکرم خان (۴) مولانا منیر الزمان مقرر ہوئے۔

۳۱ دسمبر ۱۹۱۹ء کے دن دوسرے اجلاس کی صدارت مفتی کفایت اللہ صاحب نے

---

[1] جمعیتہ علماء کیا ہے ص۱

فرمائی اس میں چند تجویزیں پاس ہوئیں مندرجہ ذیل دو تجاویز خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

(۱) جمعیتہ العلماء کا یہ جلسہ کامل ارادت مندی اور خلوص کے ساتھ اظہار کرتا ہے کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے مسلم خلیفہ اور امیرالمومنین ہیں اس لئے آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

(۲) جمعیتہ علماء ہند کا یہ جلسہ ملک معظم سے استدعا کرتا ہے کہ خلافت و مسائل متعلقہ ٹرکی کا تصفیہ کرنے کے لئے مسٹر لائڈ جارج کے ہمراہ صاحب وزیر ہند و مسلم نمایندے مسٹر اصفہانی اور مسٹر بھرگری، مشیر حسین قدوائی لازمی طور پر صلح کانفرنس میں بھیجے جائیں ورنہ ہم کو اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ معاملات مذکورہ کا فیصلہ مسلمانوں کے متفقہ مذہبی مطالبات کے خلاف ہو جائے اور ملک معظم کی کروڑوں رعایائے ہند کی بے چینی کا باعث ہو۔

تیسرا اجلاس یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو ہوا اس کی صدارت بھی مفتی کفایت اللہ صاحب نے فرمائی۔ مختلف تجاویز پاس ہوئیں اور اصول اساسی کا ایک مسودہ مرتب کیا گیا۔ مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد تجویز ہوئے۔

(۱) ہر قسم کے خارجی اثرات کی (جن سے مذہب اسلام یا مشترکہ اسلامی قومیت کی تضعیف یا توہین ہوتی ہے) آئینی حدود کے اندر رہ کر مدافعت کرنا۔

(۲) مشترکہ مذہبی حقوق کی نگہداشت اور مشترکہ مذہبی و ملکی ضروریات کی تحصیل میں کوشش کرنا۔

(۳) عامہ اہل اسلام کی مذہبی نقطہ نظر سے آئینی طریق پر سیاسی رہنمائی کرنا۔

(۴) دیگر غیر مسلم برادران وطن کے ساتھ بمقتضائے فطرت و اتباع احکام شریعت ہمدردی و اتفاق کو ترقی دینا۔

جمعیتہ العلمائے ہند کا دوسرا اجلاس زیر صدارت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ۷۔۸۔۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دہلی میں منعقد ہوا اکناف و اطراف ہندوستان کے علماء نے شرکت کی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا آزاد سبحانی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا داؤد غزنوی، مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی، مولانا مرتضیٰ حسن اور شبیر احمد عثمانی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مولانا محمود حسن صاحب نے

پنی افتتاحی تقریر میں ہندو مسلم تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا[۵]

"کچھ شبہ نہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کی ہم وطن اور ہندوستان کی سب سے زیادہ کثیر التعداد قوم (ہندو) کو کسی نہ کسی طریق سے آپ کے ایسے پاک مقصد کے حصول میں مؤید بنا دیا ہے اور میں ان دونوں قوموں کے اتفاق و اجتماع کو بہت ہی مفید اور ضروری سمجھتا ہوں اور حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے جو کوشش اس کے لئے فریقین کے عمائد نے کی ہے اور کر رہے ہیں۔ اس کی میرے دل میں بہت قدر ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ صورت حال اگر اس کے خلاف ہوگی تو وہ ہندوستان کی آزادی کو آئندہ ہمیشہ کے لئے ناممکن بنا دے گی۔ ادھر دفتری حکومت کا آہنی پنجہ روز بروز اپنی گرفت کو سخت کرتا جائے گا اور اسلامی اقتدار کا اگر کوئی دھندلا سا نقش باقی رہ گیا ہے تو وہ بھی ہماری بداعمالیوں سے حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ کر رہے گا اس لئے ہندوستان کی آبادی کے یہ دونوں عنصر بلکہ سکھوں کی جنگ آزما قوم کو ملا کر تینوں اگر صلح و آشتی سے رہیں گے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی چوتھی قوم خواہ کتنی ہی بڑی طاقتور ہو ان اقوام کے اجتماعی نصب العین کو محض اپنے جبر و استبداد سے شکست دے سکے گی۔ ہاں میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں اور آج پھر کہتا ہوں کہ ان اقوام کی باہمی مصالحت اور آشتی کو اگر آپ خوشگوار اور پائیدار دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کی حدود کو خوب اچھی طرح دل نشیں کر لیجئے اور وہ حدود یہی ہیں کہ خدا کی باندھی حدود میں ان میں کوئی رخنہ نہ پڑے جس کی صورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس صلح و آشتی کی تقریب سے فریقین کے مذہبی امور میں کسی ادنیٰ امر کو بھی ہاتھ نہ لگایا جائے اور دینی معاملات میں ہرگز کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے کسی فریق کی ایذا رسانی اور دل آزاری مقصود ہو"۔

---

۵ جمعیۃ العلماء کیا ہے ص۱۴

جمیعتہ العلماء کے اس اجلاس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں ترک موالات کا مشہور و معروف "متفقہ فتویٰ" پاس ہوا جس پر پانچ سو علماء کے دستخط تھے حکومت نے اس فتویٰ کو ضبط کرلیا[1] اور اس ضبطی کے خلاف سول نافرمانی کی گئی اس اجلاس میں جو تجاویز پاس ہوں ان میں خاص خاص یہ ہیں۔

(۱) موجودہ حالت میں گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ موالات اور نصرت کے تمام تعلقات اور معاملات رکھنے حرام ہیں جس کے ماتحت حسب ذیل امور بھی واجب العمل ہیں۔

(۱) خطابات اور اعزازی عہدے چھوڑ دینا۔

(۲) کونسلوں کی ممبری سے علحدگی اور امیدواروں کے لئے رائے نہ دینا۔

(۳) دشمنان دین کو تجارتی نقصان پہنچانا۔

(۴) کالجوں اور اسکولوں میں سرکاری امداد قبول نہ کرنا اور سرکاری یونیورسٹیوں سے تعلق قائم نہ رکھنا۔

(۵) دشمنانِ دین کی فوج میں ملازمت نہ کرنا اور کسی قسم کی فوجی امداد نہ پہچانا۔

(۶) عدالتوں میں مقدمات نہ لے جانا اور وکیلوں کے لئے ان مقدمات کی پیروی نہ کرنا۔

(۲) ترک موالات کے سلسلے میں سرکاری اداروں کو چھوڑنے پر طلبہ کے عمل کو بنظر استحسان دیکھنا۔

(۳) برادران وطن کے تحریک خلافت میں شریک ہونے کو بہ نظر اطمینان دیکھنا اور ان سے خوش گوار تعلقات رکھنا۔

(۴) قومی بیت المال اور شعبہ تبلیغ کا قیام۔

(۵) قومی درس گاہیں سرکاری امداد لینا ترک کردیں جیسا کہ ندوۃ العلمائے نے کیا ہے۔

(۶) انگلستان سے تجارتی تعلقات کا مقاطعہ کرنا۔

---

[1] یہ فتویٰ کمشنر دہلی نے ۱۳ر جولائی ۱۹۲۰ء کو ضبط کرلیا اور بعض دوسرے صوبوں میں بھی یہ فتویٰ ضبط ہوا ہمارے ذخیرہ کتب میں یہ فتویٰ محفوظ ہے۔

(۷) جمعیتہ علماء ہند کا یہ اجلاس نہایت افسوس اور درد کے ساتھ بعض علمائے زمانہ کے اس طرز عمل سے مخالفت اور برأت کا اظہار کرتا ہے جنہوں نے ترک موالات جیسے صریح و واضح حکم شرعی کے وجوب اور نفاذ سے انکار کیا ہے یا اس بارے میں شکوک و شبہات عارض کئے ہیں نیز اعلان کرتا ہے کہ علمائے ہند ان کے اس فعل کے ذمہ دار نہیں ہیں اور عام مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ ان افراد کے قول و فعل کو عام علماء کا حکم تصور نہ کریں ؎۱

جمعیتہ العلمائے ہند کا تیسرا اجلاس مولانا ابوالکلام آزاد کی صدارت میں لاہور میں ۱۸ تا ۲۰ نومبر ۱۹۲۱ء منعقد ہوا اس میں ولایتی کپڑے کا مقاطعہ قرار پایا اور علماء کے فتوے کی ضبطی پر جس کی رُو سے فوج اور پولیس کی ملازمت ممنوع کی گئی تھی حکومت سے ناراضی کا اظہار کیا گیا اور قرار پایا کہ فتوے کو دہرایا جائے اور مسلمانوں کو فوج اور پولیس کی نوکریوں سے منع کیا جائے ؎۱

جمعیتہ علمائے ہند کی مجلس منتظمہ کا ایک اجلاس دہلی ۹ - ۱۰ فروری ۱۹۲۲ء کو منعقد ہوا جس میں سول نافرمانی کو احکام شریعت کی رُو سے جائز قرار دیا گیا اور مذہبی اور ملکی ضرورتوں کے لحاظ سے نیشنل والنٹیر کور بھرتی کرنے کی تجویز منظور ہوئی۔

جمعیتہ العلماء ہند کا چوتھا اجلاس شہر گیا (بہار) میں ۲۴ دسمبر ۱۹۲۲ء کو زیر صدارت مولانا حبیب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم دیوبند منعقد ہوا۔ صدر جلسہ نے اس بات پر اظہار مسرت فرمایا کہ جمعیتہ العلماء نے کونسلوں کے مقاطعہ کی تجویز پاس کر کے ملک کی رہنمائی کی چنانچہ خلافت کمیٹی نے انڈین نیشنل کانگریس نے اس رہنمائی کو قبول کیا اور چند مفید تجاویز بھی پاس ہوئیں ؎۲

جمعیتہ العلماء کا پانچواں اجلاس مولانا حسین احمد مدنی کی صدارت میں ۳۱ دسمبر ۱۹۲۳ء تا ۲ جنوری ۱۹۲۴ء کو کناڈا میں منعقد ہوا جس میں اسیران کراچی اور مولانا حسرت موہانی

---

؎۱ مسلمانوں کا روشن مستقبل از سید طفیل احمد منگلوری (دہلی ۱۹۴۵ء) ص ۵۲۹ .

؎۲ ملاحظہ ہو مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۵۲۹

کے لئے مبارک باد کے رزولیشن پاس ہوئے ایک تجویز میں نزور اور پوتنور کے درمیان موپلا اسیروں کو نہایت وحشیانہ طریقہ پر لے جانا اور گاڑیوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح بند کرکے نہایت سخت تشنگی اور گرمیوں میں پانی نہ دینا۔ اور ستر موپلا اسیروں کا نہایت مظلومانہ بے کسی کی حالت میں شہید ہو جانا دور حاضر کی تاریخ کا نہایت سیاہ ورق ہے لہٰذا شہدا کی ایک یادگار قائم کی جائے۔ حکومت ملیہ انگورہ پر مکمل اعتماد ظاہر کیا گیا۔ ایک تجویز میں کہا گیا کہ ہر ایسی کاروائی کو جو ملکی اتفاق و اتحاد کی بنیادیں کمزور کرے نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ایسے لوگوں کو جو متحدہ قومیت کو نقصان پہنچائیں اور متزلزل کریں نہ صرف وطن بلکہ قوم و ملت کا دشمن سمجھتا ہے۔

جمعیتہ العلماء کا چھٹا اجلاس ۱۱ تا ۱۶ جنوری ۱۹۲۵ء بصدارت مولانا ابوالکلام آزاد بمقام مرادآباد (یوپی) میں اور ساتواں اجلاس مولانا سلیمان ندوی کی صدارت میں ۱۴ مارچ ۱۹۲۶ء کو کلکتہ میں منعقد ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب فسادات کی وجہ سے جمعیتہ العلماء اور کانگریس کا اتحاد عمل در رہا تھا مگر اس کے باوجود جمعیتہ العلماء نے حسب ذیل تجویز پاس کی۔

"چونکہ برادران وطن کے مخالفانہ طرز عمل سے منافرت کی خلیج وسیع ہو رہی ہے اس لئے مسلمان اپنی تنظیم کرکے اپنے بل پر ملک کو آزاد کرائیں۔ البتہ جو غیر مسلم حضرات اس بارے میں اتحاد عمل کرنا چاہیں۔ ان کے ساتھ اتحاد عمل کیا جائے اس کے لئے عملی کام یہ ہیں۔

الف مسلم قوم عموماً اور علماء بالخصوص سیاسی امور میں غور و خوض کیا کریں اور تبلیغ کیا کریں۔

ب آزادئ ہند کے فریضہ کے لئے مذہبی، مالی، ملکی وجوہ و سباب کو نہایت غور و خوض سے دریافت کریں اور لوگوں کو سمجھائیں دیگر مذہبی امور کی اشاعت کی طرح اس کو بھی ضرور سمجھیں، آزادی اور دیگر حقوق کے سلب ہونے کی مضرتوں اور مفاسد کی اشاعت نہایت پر امن طریقہ سے کرکے ہر مسلمان کو زندہ کریں

ج قومی اخبارات اور رسائل کا جو آزادی پر روشنی ڈالتے ہیں مطالعہ کریں۔

د مسلمانوں سے افلاس دور کرنے کی کوشش کریں۔

۷۔ جمعیتہ کا یہ اجلاس گورنمنٹ ہند کے اس طرز عمل کو جو اس نے صوبہ سرحد میں برٹش انڈیا کے دوسرے صوبوں کے خلاف قائم کر رکھا ہے صریح بے انصافی اور غیر مساویانہ سلوک اور فرنٹیئر کرائم ریگولیشن کے نفاذ کو صوبہ سرحد کے لئے دائمی مارشل لا کے مترادف سمجھتا ہے اور صوبہ سرحد کے اس مطالبہ کو کہ اصلاحات کا نفاذ صوبہ سرحد میں ہونا چاہیئے صحیح سمجھتا ہے اور باشندگان صوبہ سرحد کے اس مطالبہ کو کہ اصلاحات کا نفاذ صوبہ سرحد میں بھی کیا جائے باوجود اس اعتقاد کے کہ قانون اصلاحات بھی ملک کے لئے ناکافی ہے حق بجانب سمجھتا ہے کیونکہ بہر حال قانون اصلاحات بمقابلہ موجودہ متشددانہ پالیسی کے باشندوں کے لئے نسبتاً بہتر ہوگا۔[۱]

آٹھواں اجلاس ۲ تا ۵ دسمبر ۱۹۲۷ء زیر صدارت مولانا انور شاہ کشمیری بمقام پشاور منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل خاص تجویز پاس ہوئیں۔

۱۔ گڑھ مکتیشر کے میلہ گنگا اشنان پر مسلمانوں کی دوکانوں کے لوٹنے اور شدید نقصان پر نفرت و ملامت کا اظہار۔

۲۔ بتیا کے مسلمانوں پر ہندوؤں کے حملے، آتش زدگی، مسجد اور قرآن کی بے حرمتی کی تحقیقات کا مطالبہ۔

۳۔ عربی مدارس کے نصاب کی اصلاح۔

۴۔ شادی و غمی کی تباہ کن رسوم اور بیجا اسراف کی اصلاح۔

۵۔ ہندوستان کے جن صوبوں میں مسلم عورتوں کو میت کا ترکہ نہیں ملتا ہے اس کا انسداد۔

۶۔ شیعہ و سنی اختلاف ختم کئے جائیں۔

۷۔ مسلم اوقاف کے انتظام میں علماء اور اہل الرائے حضرات کا شمول[۲]

۸۔ مسٹر جناح کے چودہ نکات کی تائید[۳]

---

[۱] جمعیتہ العلماء کیا ہے ص ۱۱۶،۱۱۵

[۲] 〃 〃 〃 ص ۱۴۶،۱۴۳

[۳] مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۵۲۲

جمعیۃ کا نواں اجلاس ۳تا۷ مئی ۱۹۳۰ء کو بصدارت مولانا معین الدین اجمیری بمقام امروہہ ضلع مراد آباد (یو۔پی) منعقد ہوا۔جس کی تجاویز یہ ہیں۔

۱۔ چونکہ کانگریس نے لاہور میں مکمل آزادی کا اعلان کر دیا اور نہرو رپورٹ کو فارج کر دیا اس لئے جمعیۃ العلماء کانگریس سے علیحدہ نہ رہے بلکہ اس کے ساتھ اشتراک کرے۔

۲۔ سول نافرمانی کا پروگرام بنایا گیا۔

۳۔ کانگریس کیٹیوں کی مہاسبھائی ذہنیت پر اظہار افسوس کیا گیا [۱]

جمعیۃ العلماء کا دسواں اجلاس ۳۱ مارچ یکم اپریل ۱۹۳۱ء کو کراچی میں بصدارت مولانا ابو الکلام آزاد منعقد ہوا اس اجلاس میں بائیس تجاویز پاس ہوئیں جس میں سے اہم تجاویز کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ بنارس، مرزاپور، آگرہ، کان پور کے ہندو مسلم فسادات پر اظہار نفرت۔

۲۔ تمام فداکاران آزادی بالخصوص باشندگان صوبہ سرحد کی جنہوں نے جنگ آزادی میں شریک ہو کر قربانیاں پیش کیں۔شکریہ۔

۳۔ حکومت کی طرف سے سرحدی قبائل پر جو بم باری کی گئی اس پر غم وغصہ کا اظہار۔

۴۔ گاندھی اردن پیکٹ پر اتفاق رائے کا اظہار۔

۵۔ آئندہ دستور اساسی میں مسلمانوں کی تہذیب وشائستگی اور پرسنل لا کی حفاظت کا مطالبہ۔

۶۔ سردار بھگت سنگھ، راج گرو اور سکھ دیو کی شجاعت کا اعتراف اور ان کے لئے سزائے موت کو قید دوام میں نہ بدلے جانے پر اظہار افسوس۔

۷۔ حبیب نور کے نام اقدام قتل کے مقدمہ میں چوبیس گھنٹے کے اندر پھانسی دینے پر حکومت سرحد سے اظہار ناراضی۔

کراچی کا دسواں اجلاس منعقد ہونے کے بعد بعض وجوہ کی وجہ سے جمعیۃ العلماء

---

[۱] مسلمانوں کا روشن مستقبل ص۵۳۲

کے سالانہ جلسوں کا سلسلہ بند ہوگیا مگر مجلس عاملہ کے جلسے اور بعض صوبوں کے اجلاس ہوتے رہے بالآخر کراچی کے سالانہ اجلاس کے آٹھ سال بعد ۳ تا ۵ مارچ ۱۹۳۹ء کو جمعیت کا گیارہواں سالانہ اجلاس بمقام دہلی مولانا عبدالحق مدنی کی صدارت میں منعقد ہوا جس کی اہم تجاویز کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ کلچرل اٹانومی کے اصول پر ایک مسوّدہ قانون مرتب کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی کا تقرر۔

۲۔ آزادی ہند کے لئے انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل کرنے کی پالیسی کا اعلان۔

۳۔ واردھا تعلیمی اسکیم قابل ترمیم قرار دینے کے ساتھ یہ مطالبہ کہ وہ جمعیۃ العلماء کی منظوری اور اظہار اطمینان کے بغیر مسلمانوں میں جاری نہ کی جائے۔

۴۔ دویا مندر تعلیمی اسکیم کے نام سے اختلاف رائے کا اظہار۔

۵۔ کانگریس کے اس طرز عمل سے اظہار ناراضی کہ اس نے صنعتی کمیٹی میں کوئی مسلمان نہیں رکھا۔

۶۔ کارکنان کانگریس سے مطالبہ کہ وہ اجلاسوں کی سجاوٹ اور کارروائیوں میں مخصوص تہذیب کا مظاہرہ نہ کریں۔

۷۔ کانگریس سے مطالبہ کہ وہ مسلمانوں کی حق تلفیوں کی تحقیقات کے لئے کمیٹی مقرر کرے۔

۸۔ اڑیسہ کی کانگریسی حکومت میں کوئی مسلمان وزیر مقرر نہ ہونے پر اور سی پی میں مسٹر شریف کی جگہ دوسرا مسلمان وزیر مقرر نہ کئے جانے پر اظہار افسوس۔

۹۔ ہندوستانی زبان کو سنسکرت کے قالب میں ڈھالے جانے پر اظہار افسوس۔

۱۰۔ جے پور کے خونی حادثہ کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن کے تقرر کا مطالبہ۔

۱۱۔ فرقہ وارانہ فسادات بند کرنے کے لئے محبان وطن سے اپیل۔

۱۲۔ سندھیا جہازی کمپنی کے حصے خریدنے کے لئے مسلمانوں کو مشورہ۔

۱۳۔ فیڈریشن قبول نہ کرنے کا مشورہ۔

۱۴۔ وزیرستان میں جنگی مہم بند کرنے کا مشورہ۔
۱۵۔ قانون فسخ نکاح کا فیصلہ غیر مسلم حاکم کی عدالت میں ہو سکنے کے خلاف احتجاج۔
۱۶۔ جمعیۃ العلماء اور مجلس احرار کی باہمی مفاہمت کے لئے گفتگو کرنے کا مشورہ۔
۱۷۔ مدح صحابہؓ کے متعلق حکومت کے طرز عمل پر اظہار ناراضی۔

جمعیۃ کا بارھواں اجلاس ۷ تا ۹ جون ۱۹۴۰ء بصدارت مولانا حسین احمد مدنی جون پور میں منعقد ہوا۔ حکومت نے مولانا مدنی کے خطبہ صدارت کو ضبط کر لیا۔ اجلاس کی پاس شدہ خاص خاص تجاویز درج ذیل ہیں۔

۱۔ مجلس عاملہ منعقدہ ستمبر ۱۹۳۹ء کے اس بیان کی توثیق کی گئی کہ جنگ میں امداد کرنے کے جواز کی کوئی صورت نہیں جب تک کہ حکومت اپنے وعدوں کو پورا کر کے ملک کو آزاد نہ کر دے۔
۲۔ آزاد مسلم کانفرنس دہلی کی تجاویز کی توثیق کی گئی۔
۳۔ ان لوگوں کی مذمت کی گئی جو مسلم پیشہ ور برادریوں کی تذلیل کر کے اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
۴۔ تحریک مدح صحابہ کی صداقت اور جواز کی تصدیق۔
۵۔ مسجد گڑھی بازار (فیض آباد) کی مرمت و تعمیر پر ہندوؤں کی مخالفت کے سلسلہ میں اظہار مذمت اور فسادات بیدر اور واقعہ قتل چاند ربیسرا (سی۔پی) کی مذمت۔

جمعیۃ العلماء کا تیرھواں اجلاس ۲۰ تا ۲۲ مارچ ۱۹۴۲ء بصدارت مولانا حسین احمد مدنی لاہور میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مندرجہ ذیل خاص تجاویز پاس ہوئیں۔

۱۔ عصری ایجادات اور غیر اسلامی اصول اقتصادیات کے پیش نظر علماء کا بڑی تعداد میں متفق ہونا۔
۲۔ اختلافی مسائل میں مسلمان باہمی تعاون کریں۔
۳۔ اسلامی ممالک پر کسی اجنبی طاقت کا تسلط برداشت نہیں کیا جائے گا۔
۴۔ جمعیۃ کا نصب العین ایسی آزادی کامل ہے۔ جس میں مسلمانوں کے مذہب و تہذیب

کی حفاظت ہو۔ صوبوں کو کامل خود مختاری ہو اور مرکز کو صرف وہی اختیارات ملیں جو تمام صوبے باتفاق رائے اس کے سپرد کریں۔

۵۔ سراسٹیفورڈ کرپس کی تجاویز کے متعلق مسلم اداروں کو چاہیئے کہ کسی متحدہ فیصلہ پر متفق ہو جائیں۔

۶۔ مسلمانوں کی توجہ دلائی جائے کہ وہ کسی پیشہ یا نسل کے اعتبار سے اپنے ہم مذہبوں کی تذلیل نہ کریں اور سب کو برابر سمجھیں۔

جمعیتہ العلماء کا چودھواں اجلاس ۵ رتا ۷ رمئی ۱۹۴۵ء سہارن پور میں منعقد ہوا اجلاس کی پاس شدہ تجاویز کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ کانگریس وزارت کے بعض اراکین کی اردو کے خلاف معاندانہ سرگرمیوں کی مذمت۔

۲۔ دفتر مرکزی دہلی کی عمارات کے لئے ایک لاکھ روپیہ کی اپیل۔

۳۔ جمعیتہ العلماء بمقام لاہور منعقدہ ۱۹۴۲ء کی تجویز نمبر ۴ کی حسب ذیل تشریح۔

وطنی آزادی میں مسلمانوں کی آزادی، صوبوں کی کامل خود مختاری اور مرکز کو صرف وہی اختیارات جن کو صوبہ جات حوالہ کریں۔ صوبوں کے دفاق میں مسلمانوں کی مذہبی، سیاسی اور تہذیبی آزادی اس طرح پر کہ غیر مسلم اکثریت مسلمانوں پر تعدّی نہ کر سکے اس کی صورت یہ ہے کہ مرکزی ایوان میں مسلم ممبروں کی تعداد ہندوؤں کی مساوی یعنی ۴۵، ۴۵ فیصدی اور دیگر کی تعداد ۱۰ فیصدی ہو۔ مرکزی حکومت میں اگر کسی بل یا تجویز سے مسلم ارکان کی ⅔ اکثریت مذہب وغیرہ کی بنا پر اختلاف کرے تو وہ منظور نہ کی جائے۔ سپریم کورٹ میں مسلم اور غیر مسلموں کی تعداد برابر ہو اور وہ ⅔ مسلم اکثریت کی نامنظور شدہ تجاویز کا فیصلہ کرے۔

---

۱؎ مسلمانوں کا روشن مستقبل صفحہ ۵۴۰